التفسیر: مجلس تفسیر، کراچی جلد:۱۰، شمارہ:۲۷، جنوری تا جون ۲۰۱۶ء

اصول تکفیر

ڈاکٹر عمیر محمود صدیقی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علوم اسلامی جامعہ کراچی، کراچی

Abstract

There are some verses in the Holy Quran about poetry and poets, the Mufassireen have written detailed commentary about these verses. But they have generally discussed the poetry as an art, which is the one side of its picture. This resulted into two kinds of opinion and views, one totally denies the poetry as an art, while other one not only permits it but also explains these verses in their exact context. The present writer has a third opinion and view besides these two and here the objective is to explain this view with references so that it may lead the two different opinions to a comment and cleared view.

Key Words: Quran, tafsir,Sha'iry, Sha'ir, She'r and Mantiqi.

عصر حاضر فتن، دجل، غفلت، ذہنی ارتداد اور نظریاتی تخریب کاری کا دور ہے۔ ان فتنوں میں ایک بہت بڑا فتنہ، فتنۂ تکفیر ہے۔ دشمنان اسلام مسلمانوں کے درمیان پھوٹنے والے تمام فروعی اور اصولی اختلافات کے تفصیلی مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مسلمانوں کی قوت کو باہم ٹکراؤ کے ذریعہ ختم کرنے کا طریقہ ان کے درمیان فرقہ وارانہ اختلافات کو بڑھا کر تکفیری سوچ اور فکر کو ہوا دینا ہے کیونکہ کسی مسلمان کی تکفیر کے بعد اسے مرتد قرار دے کر واجب القتل قرار دے دینا ہی وہ عمل ہے جس کے ذریعے مسلمان انتہائی اخلاص اور مذہبی جوش و جذبے کے ساتھ ایک دوسرے کو انفرادی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر ختم کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ جہاں امت مسلمہ کو مختلف مسائل کا سامنا ہے ان میں سب سے مہلک اور خطرناک دو غیر متعدل رویے ہیں:

☆۔ مسلمانوں کی تکفیر کرنا۔

☆۔ کافروں کو مسلمان کہتے ہوئے کفر و اسلام کے فرق کو مٹا دینا۔

اول الذکر گروہ کی جڑیں خوارج سے ملتی ہیں جنہوں نے تاریخ اسلام میں سب سے پہلے امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ اور دیگر اصحاب رسول ﷺ کی تکفیر کی اور ان کے قتل کو جائز سمجھا۔ ان کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج قرار پاتا ہے۔ مرتد قرار دینے کے ساتھ قتل کرنے کا جواز اس قدر سنگین عمل ہے کہ اس کے ساتھ "شرعی اجازت اور مذہبی ذمہ داری" کا عنصر جب شامل ہو جائے تو مذاکرات کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ جبکہ دوسرا جدت پسند گروہ کفر و اسلام کے فرق کو

مٹاتے ہوئے یہود ونصاریٰ کو بھی باوجود رسالت مآب ﷺ کی نبوت کے انکار کے جنت میں داخل کرنے پر مصر ہے۔ یہ دونوں غیر معتدل رویے مسلمانوں کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ عمومی طور پر خوارج کی فکر کو مذہبی حلقوں میں عام کیا جاتا ہے تاکہ ان کے مذہبی جذبات کو مسلمانوں کے ہی قتل عام کے جواز کا سبب بنایا جائے اور دوسری طرف غیر مذہبی طبقوں میں اسلام سے متعلق نفرت اور خدا بیزاری پیدا کی جاتی ہے۔ گویا کہ اس وقت مسلمان دو متشدد گروہوں کے فکری انتشار کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ پہلا طبقہ ان مذہبی متشدد گروہوں کا ہے جو قرآن وسنت کے علم سے ناواقفیت کی بنیاد پر دین کی ایسی تعبیر وتشریح کرتے ہیں جس کی وجہ سے دین پر عمل دور جدید میں ناممکن ہو جاتا ہے۔ دوسرا طبقہ ان لبرل فاشسٹ کا ہے جو اسلام کے خلاف غیر ملکی ایجنڈے کے تحت یا اپنی بد خصلت کی وجہ سے اپنی زبان اور قلم کا زور صرف کرتے ہیں اور میڈیا کے ذریعے بے حیائی اور آوارگی کو عام کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں دونوں اطراف سے اٹھایا جانے والا ہر قدم ایک دوسرے کے خلاف نفرت کی خلیج کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ خوارج نے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت معاویہؓ کی نعوذ باللہ تکفیر کی اور ہر اس شخص کو کافر کہا جس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔ امام عبدالقاہر نے 'اصول الدین' میں ان کے ایک فرقے ازارقہ کا بھی ذکر کیا ہے جو یہ گمان کرتے تھے کہ ان کے مخالفین مشرکین ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

> **قالوا بتكفير على و عثمان و طلحه و الزبير و عائشة و اصحاب الجمل و بتكفير معاوية و الحكمين رضى الله عنهم و تكفير اصحاب الذنوب من هذه الامة ... حتىٰ ظهرت الازارقة منهم فزعموا ان مخالفيهم مشركون ... و استحلوا قتل النساء و الاطفال من مخالفيهم و زعموا انهم مخلدون فى النار و اكفروا القعدة منهم عن الهجرة اليهم (۱)**
>
> ''انہوں نے حضرت علی وعثمان وطلحہ وزبیر وعائشہ جنگ جمل میں شریک ہونے والے اصحاب اور حضرت معاویہ وحکمین رضی اللہ عنہم اجمعین کی تکفیر کی ہے۔ انہوں نے اس امت میں سے گناہ کرنے والوں کو بھی کافر قرار دیا۔ یہاں تک کہ ان میں ازارقہ ظاہر ہوئے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے مخالفین مشرکین ہیں اور انہوں نے عورتوں، بچوں اور اپنے مخالفین کے قتل کو حلال سمجھا اور یہ گمان کیا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور جس شخص نے ان کی طرف ہجرت نہ کی اور بیٹھا رہا اسے بھی کافر کہا۔''

شہرستانی نے خوارج کے چھ بڑے فرقوں کا ذکر کیا ہے:

i۔ازارقہ　ii۔نجدات　iii۔صفریہ　iv۔عجاردہ　v۔اباضیہ　vi۔ثعالبہ

یہ تمام فرقے حضرت علی اور حضرت عثمانؓ سے برأت پر (نعوذ باللہ) متفق تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ امام وقت اگر سنت کی مخالفت کرے تو اس کے خلاف جنگ کرنا واجب ہے۔ حضرت سیدنا علیؓ کی نہروان کے مقام پر خوارج سے سخت جنگ ہوئی۔ خوارج میں سے جو افراد بچ گئے انہوں نے عمان، کرمان، سجستان اور یمن میں پناہ لی۔ بعد میں ان مقامات سے خوارج کے مختلف گروہوں کا

خروج ہوا اور یہ سلسلہ یونہی جاری رہا۔ شہرستانی نے ازارقہ کی بدعتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ابوراشد، نافع بن ازرق کے ساتھیوں کا گروہ تھا جنہوں نے بصرہ سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے دور میں خروج کیا تھا۔ یہ حضرت علیؓ کی نعوذ باللہ تکفیر کیا کرتے تھے اور آپ کے قاتل عبداللہ بن ملجم لعنۃ اللہ علیہ کی تصویب کرتے ہوئے کہتے تھے کہ آیت مبارکہ ''**و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللّٰہ**'' ابن ملجم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ عمران بن حطان نے ابن ملجم کی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا ہے جو خود خوارج کا مفتی تھا اور ان میں زہد و ورع اور شاعری کی وجہ سے مشہور تھا۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کے دیار، دیار کفر تھے اور ان میں بیٹھے رہنا اور ان کافروں کے خلاف قتال نہ کرنا کفر تھا۔ اسی طرح جو مسلمان اپنے کے علاقے سے ان کی طرف ہجرت نہیں کرتا وہ بھی کافروں میں شمار کرلیا جاتا۔ ان کے نزدیک مخالفین کے بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا جائز تھا۔ (۲)

نبی کریم ﷺ نے اس فکری یلغار کو اس طرح بیان فرمایا کہ اس امت میں ہر دور میں اصحاب عدل وارثین علم قرار پائیں گے۔ وہ **انتحال المبطلین ،تحریف الغالین** اور **تاویل الجاھلین** یعنی باطل پرستوں کے حملوں، متشدد گروہوں کی تحریف اور جاہلوں کی تاویلات کی نفی کریں گے۔ تاریخ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ علمائے امت نے ہر دور میں خوارج ہوں یا مرجئہ، معتزلہ ہوں یا باطنیہ ایسے رویوں کی تردید کی ہے۔ دور حاضر میں مسئلہ تکفیر کے حوالے سے لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں ہر مناظرے، مباحثے، مکالمے اور اختلاف رائے کا اختتام تکفیر پر ہوتا ہے۔ اس کی واضح مثال حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کو کافر و گمراہ قرار دیئے جانے کی صورت میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے گروہوں کی مذمت کریں۔ مسلمان مختلف فرقوں میں بٹ چکے ہیں اور بٹتے چلے جارہے ہیں اور ہر فرقے کا یہ دعویٰ ہے کہ وہی ما انا علیہ و اصحابی پر قائم ہے۔ ہر گروہ نے اپنی اپنی رسی کو الگ تھاما ہوا ہے اور یہ زور اس قدر زیادہ ہے کہ اس خول سے جو شخص باہر نکلنا چاہے تو اسے دائرۂ اسلام سے خارج تصور کیا جاتا ہے۔ بعض حضرات اس مشغلہ تکفیر میں اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ وہ اپنے فتویٰ کے مطابق کافر و مشرک ہونے والے کو مرتد قرار دے کر قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات اس کا دائرہ اتنا وسیع ہوجاتا ہے کہ ریاست کے تمام ادارے اور افراد کافر قرار دے دیئے جاتے ہیں۔ اپنے اختراع کردہ اصولوں کی بنیاد پر زور و شور سے اپنے لوگوں کو دائرہ اسلام سے نکالنے کی مہم جاری ہے جس کے نتیجے میں شاید آج کوئی بھی ایسا نہ ہو جو ان کی زد سے باہر ہو۔

ہم شاید اسی سزا میں مبتلا ہیں۔ غالبًا اس سزا کی بڑی وجہ ان کا باہم ایک دوسرے کی رائے کو تحمل و تامل سے نہ سننا اور اپنی بات کو ''سپر قطعی'' سمجھتے ہوئے ایک دوسرے کی ''متعدی تکفیر'' کا بازار گرم کیے رکھنا ہے۔ کسی کی رائے سے ادب کے ساتھ اختلاف کرنا اہل علم کا حق اور حق کو قبول کرنا ادب حق ہے۔ تاہم علمی مسائل میں ایک دوسرے کی تکفیر کرنا کسی طور پر درست نہیں۔ علماء کو چاہئے کہ تکفیر مسلم کے بجائے تکثیر مسلم پر زور دیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی تحریر و تقریر سے اکثریت اقلیت میں تبدیل ہوجائے۔ بقول ابن انشاء:

> ''ایک دائرۂ اسلام کا دائرہ کہلاتا ہے۔ پہلے اس میں لوگوں کو داخل کیا کرتے تھے۔ آج کل داخلہ منع ہے، صرف خارج کرتے ہیں۔''

قرآن حکیم کے مطابق اللہ رب العزت نے ہمارا نام ''مسلمین'' رکھا ہے لیکن محض مسلم ہونے پر اکتفا کرنا کسی کو برداشت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق قرب قیامت میں ایک ایسا وقت آئے گا کہ لا یبقی من الاسلام الا اسمہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ ہم یہی مشاہدہ عصر حاضر میں کرتے ہیں کہ مختلف گروہوں کے ناموں کی ابتدا یا انتہا میں اسلام کا لفظ شامل ہوتا ہے لیکن ان کی دعوت کا محور یا مرکز اسلام نہیں بلکہ خاص نظریات، رسومات یا شخصیات کی تشہیر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دعوت دی ہے کہ وہ شرک کے مقابلے میں اہل کتاب کو لا الہ الا اللّٰہ کی طرف دعوت دیں اور اس کلمہ پر ان کے ساتھ اتفاق کریں جو ان میں اور ہم میں برابر ہے۔ اس وقت اہل اسلام کو چاہیے کہ جب کفر اسلام کے مقابلے میں ایک ملت ہے اور مسلمانوں کی جغرافیائی اور نظریاتی حدود پر حملے ہو رہے ہیں تو وہ حرم کی پاسبانی اور اپنی بقا کے لئے اپنی اپنی رسیوں کو چھوڑ کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے لا الہ الااللہ محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و سلم پر جمع ہو جائیں۔

اللہ رب العزت کے نزدیک مقبول دین صرف اسلام ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ایمان و اسلام کی دولت عطا فرمائی یقیناً وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہے۔ جہاں مسلمانوں پر دین متین کا علم حاصل کرنا فرض ہے وہاں اتنے مسائل جاننا بھی ان کے لیے ضروری ہیں جن کے جاننے کی وجہ سے وہ اپنے دین کی حفاظت کر سکیں۔ اسی لئے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

و فی تبیین المحارم :لا شک فی فرضیة علم الفرائض الخمس و علم الاخلاص لأن صحة العمل موقوفة علیه ،و علم الحلال و الحرام و علم الریاء ،لأن العابد محروم من ثواب عمله بالریاء ،و علم الحسد و العجب اذ هما یأكلان العمل كما تأكل النار الحطب .و علم البیع و الشراء و النكاح و الطلاق لمن أراد الدخول في هذه الأشیاء ،و علم ا لالفاظ المحرمة أو المكفرة ،لعمری هذا من أهم المهمات في هذا الزمان ،لأنک تسمع كثیرا من العوام یتكلمون بما یكفر و هم عنها غافلون،و الاحتیاط أن یجدد الجاهل ایمانه كل یوم ،و یجدد نكاح امرأته عند شاهدین فی كل شهر مرة أو مرتین (۳)

''فرائض خمسہ اور اخلاص کے علم کی فرضیت میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ عمل کی صحت اس پر موقوف ہے۔ اسی طرح حلال وحرام اور ریا کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے کیونکہ عابد ریا کی وجہ سے عمل کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور حسد وعجب کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے کیونکہ یہ دونوں عمل کو کھا جاتے ہیں جیسے آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ اور جو شخص خرید وفرخت، نکاح وطلاق کے معاملات میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس پر ان کا علم بھی فرض ہو جاتا ہے۔ اور ان الفاظ کا علم جو حرام ہیں یا کفر کو واجب کرتے ہیں ان کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ میری عمر کی قسم! اس زمانہ میں ان کا علم حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ آپ عوام الناس میں سے بہت سے لوگوں کو وہ کلام کرتے ہوئے سنیں گے جس سے وہ کافر

ہو جاتے ہیں اور اس سے غافل ہوتے ہیں۔ احتیاط اس میں ہے کہ جاہل اپنے ایمان کی تجدید روزانہ، اور اپنی بیوی سے اپنے نکاح کی تجدید دو گواہوں کی موجودگی میں ہر مہینہ ایک بار یا دو بار کر لیا کرے۔''

معاشرہ میں بے شمار افراد ایسے ہیں جو ان مسائل سے یکسر غافل و جاہل ہیں جن کی وجہ سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اہل اسلام کی توجہ ان مسائل کی طرف مبذول کرانے کے لئے ہر دور میں علماء عظام نے کئی ایک کتب و رسائل تصنیف فرمائے ہیں تاکہ خواص و عوام ان سے استفادہ کرتے ہوئے خود کو ان عقائد، افکار اور اعمال سے محفوظ رکھ سکیں جو ایمان پر منفی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ کئی قارئین نے بجائے اس کے کہ ان کتب کے ذریعہ سے عوام و خواص کو کفر سے بچانے کی کوشش کرتے اپنے مناظروں، تحریروں اور مکالموں کے ذریعہ سے تکثیر اہل اسلام کے بجائے تکفیر اہل اسلام پر زیادہ زور صرف کیا۔ جس کے نتیجہ میں شاید ہی ہمارے دور میں کوئی ایسی نامور علمی شخصیت ہو جو اپنے مسلمان بھائی کے فتویٰ تکفیر کی زد سے محفوظ ہو۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے بارے میں امام ابو اللیث سمر قندی فرماتے ہیں:

رأى ابو حنيفة ابنه يتكلم في الكلام فنهاه فقال :انت تتكلم فيه فقال :نحن نتكلم كأن الطير على رء وسنا و انتم تتكلمون و يريد كل واحد منكم كفر صاحبه و من اراد كفر صاحبه فقد كفر هو (۴)

''امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اپنے بیٹے کو مناظرہ کرتے دیکھا تو ان کو منع کر دیا۔ آپ کے صاحبزادے نے کہا کہ آپ خود تو یہ کام کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہم بات اس طرح کرتے ہیں کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ تم مناظرہ کرتے ہو تو تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کا کفر چاہتا ہے۔ جو اپنے ساتھی کے لئے کفر کا ارادہ کرے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔''

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی یہ نصیحت علماء کے لئے مشعل راہ ہے۔ انہیں چاہئے کہ اس کو لازم پکڑ لیں۔ ہمارے زمانہ میں بھی مناظرانہ گفتگو اور تحریر میں اسی روش کو اختیار کیا جاتا ہے کہ کسی طرح سے اپنے مقابل کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا جائے۔ اہل علم حضرات کو چاہئے کہ اس سے سختی کے ساتھ اجتناب کریں اور اکابرین امت کے عمل کو اختیار کریں۔

اصول تکفیر

عوام و خواص میں سے اکثر لوگ مشغلۂ تکفیر میں اس قدر آگے نکل جاتے ہیں انہیں اپنے متعلقین یا اپنی ذات کے سوا کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ جبکہ بعض لوگ اس قدر جہالت میں ڈوب جاتے ہیں کہ انہیں کوئی کافر معلوم نہیں ہوتا۔ وہ اپنی تمام کاوشیں اسلام کا دائرہ اتنا وسیع کرنے میں صرف کرتے ہیں کہ کوئی بھی شخص خواہ یہودی ہو یا نصرانی اس دائرہ سے باہر نہ جا سکے۔ یہ تمام غیر معتدل رویہ کسی طور پر بھی درست نہیں۔

کتب فتاویٰ اور اصول میں علمائے عظام نے کئی ایک اصول فتاویٰ نویسی کے درج فرمائے ہیں۔ ذیل میں ہم صرف ان چند باتوں کو بیان کر رہے ہیں جن کا فتویٰ تکفیر میں اہتمام کرنا ضروری ہے۔

i۔مسئلہ اکفار میں صرف ائمہ مجتہدین کا اعتبار کیا جائے گا۔اس باب میں ہر وہ بات جو آئمہ مجتہدین کے خلاف ہو اگر چہ وہ متکلمین ومحدثین کی طرف ہی کیوں نہ منسوب ہو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' میں اہل علم کو اعتقاد میں اقتصاد یعنی اعتدال اختیار کرنے کی نصیحت فرماتے ہوئے آخری باب میں اصول اکفار پر گران قدر بحث کی ہے۔آپ فرماتے ہیں:

اعلم للفرق فی هذا مبالغات و تعصبات فربما انتهی بعض الطوائف الی تکفیر کل فرقة سوی الفرقة التی یعتزی الیها فاذا اردت ان تعرف سبیل الحق فیه فاعلم قبل کل شئ ان هذه مسألة فقهیة اعنی الحکم بتکفیر من قال قولا او ر تعاطی فعلا (۵)

''مسئلہ تکفیر میں بعض فرقوں نے مبالغہ آرائی اور تعصّبات سے کام لیا ہے بعض گروہ اپنے فرقے کے سوا تمام فرقوں کی تکفیر کرتے ہیں۔اگر آپ اس بارے میں شاہراہ حق کو پہچاننا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ مسئلہ فقہی ہے یعنی کسی شخص کی کسی قول یا فعل کی وجہ سے تکفیر کا حکم دینا۔''

ii۔جس امر کے کفر ہونے میں مجتہدین کا اختلاف ہو اس میں تکفیر نہیں کی جائے گی۔البتہ احتیاطا توبہ اور تجدید ایمان ضروری ہے۔ موجب کفر صرف وہی امر ہوسکتا ہے جس کے موجب کفر ہونے پر اجماع ہو۔علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

و ألفاظه تعرف فی الفتاویٰ بل افردت بالتالیف مع انه لا یفتی بالکفر بشئ منها الا فیما اتفق المشایخ علیه ....قال فی البحر و قد الزمت نفسی ان لا افتی بشئ منها (۶)

''کفر کے الفاظ کتب فتاویٰ میں معلوم ہیں بلکہ میں نے بھی اس مسئلہ میں ایک علیحدہ کتاب تالیف کی ہے لیکن میں ان میں سے کسی لفظ سے بھی کفر کا فتویٰ دینا صحیح نہیں سمجھتا۔ہاں اس صورت میں جس میں تمام مشائخ کا اتفاق ہو۔''

شیخ ابن نجیم نے البحر الرائق میں بھی کہا ہے کہ میں نے اپنے نفس پر یہ التزام کیا ہے کہ کسی مسلمان کو ان الفاظ سے کافر نہ کہوں گا۔

iii۔کسی بات کو کفر قرار دینا مجتہدین کا کام ہے۔اگر مفتی مجتہد نہ ہو اور ناقلین کے زمرے میں شمار ہوتا ہو تو اسے چاہئے کہ مجتہدین کے اقوال کی روشنی میں ہی فتوی جاری کرے۔غیر مجتہد کا اس باب میں کوئی اعتبار نہیں۔علامہ شامی اپنے دور کے مفتیان کرام کے بارے میں فرماتے فرماتے ہیں۔

و المراد بالمفتی الذی یتخیر بین الاقوال هو المجتهد الذی له قوة نظر و استنباط و اما اهل زمانناو اشیاخهم و اشیاخ اشیاخهم فلا یسمون مفتین بل ناقلون حاکون.(۷)

''اور وہ مفتی جس کو ان حضرات کے اقوال میں اختیار دیا گیا ہے اس سے مراد وہ مجتہد ہے جس کے پاس قوت نظر اور مسائل کو استنباط کرنے کا ملکہ ہو۔جہاں تک ہمارے زمانے کے علماء اور ان کے اساتذہ اور

ان کے اساتذہ کے اساتذہ کا تعلق ہے تو وہ مفتی نہیں کہلاتے بلکہ وہ تو (مفتیوں کے کلام کو) نقل کرنے والے اور حکایت کرنے والے ہیں۔''

iv۔اگر کسی فردِ معین کے بارے میں کوئی عالم کفر کا فتویٰ جاری کرے اور اس فرد کے کفر میں علماء کا اختلاف ہو تو اس فتویٰ تکفیر پر ایمان لانے کا کسی دوسرے کو مکلّف نہیں بنایا جاسکتا۔ اگر تمام علماء اس کے کفر پر متفق ہوں تو ان کے راستہ کو چھوڑنا دنیا اور آخرت میں بربادی کا سبب ہے۔ جیسے مرزا قادیانی کا کافر ہونا۔

v۔اگر کسی مسئلہ میں تاویل ممکن ہو تو کسی بھی طرح اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

فی الیتیمیة: الاصل ان لا یکفر احد بلفظ محتمل لأن الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی الجنایة و مع الاحتمال لا نهایة (۸)

''اصول یہ ہے کہ کسی شخص کی بھی ایسے لفظ کی بنیاد پر تکفیر نہیں کی جائے گی جو اپنے اندر احتمال رکھتا ہو۔ کیونکہ کفر کی سزا انتہائی درجہ کی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی عقوبت انتہائی جرم پر ہو اور جب تک احتمال موجود ہو انتہائی جرم نہ ہوگا۔''

حضرت شیخ ابن نجیم فرماتے ہیں:

و الذی تحرر انه لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن أو کان فی کفره اختلاف و لو روایة ضعیفة علی هذا فاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لا یفتی بالتکفیر بها و لقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئ منها (۹)

''مسلمان کے کلام کو جب تک اچھے محمل پر محمول کرنا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اگرچہ وہ اختلاف ضعیف روایت سے ہی کیوں نہ ہو اس کی تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ یہاں جو الفاظ کفر ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے اکثر کی بنیاد پر تکفیر نہیں کی جائے گی۔ میں نے اس بات کا اپنے نفس پر التزام کیا ہے کہ ان الفاظ کی بنیاد پر فتویٰ نہ دوں۔''

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

ان النظر فی التکفیر یتعلق بامور:

احدها: ان النص الشرعی الذی عدل به عن ظاهره هل یحتمل التأویل أم لا؟ فان احتمل فهل هو قریب ام بعید؟ ومعرفة ما یقبل التأویل و ما لا یقبل لیس بالهین بل لا یستقل به الا الماهر الحاذق فی علم اللغة العارف باصولها ثم بعادة العرب فی الاستعما ل فی استعاراتها و تجوزاتها و منهاجها فی ضروب الامثال(۱۰)

''تکفیر میں غور و فکر بعض امور سے متعلق ہے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب کسی نص شرعی کے ظاہر سے

عدول کیا جائے تو دیکھا جائے گا کہ وہ تاویل کا احتمال رکھتی ہے یا نہیں؟ اگر تاویل کا احتمال رکھتی ہے تو یہ دیکھا جائے کہ وہ تاویل قریب ہے یا بعید؟ اس بات کی معرفت رکھنا کہ کیا تاویل کو قبول کرتا ہے اور کیا تاویل کو قبول نہیں کرتا، آسان نہیں ہے۔ اس کو وہی شخص جانتا ہے جو علم لغت میں انتہائی ماہر ہو اور اس کے اصول جانتا ہوں۔ پھر اسے عرب کی استعارات اور تجوزات میں لغت کے استعمال کی عادت کا معلوم ہونا اور ضرب الامثال میں ان کے استعمال کا طریقہ معلوم ہونا ضروری ہے۔''

اب ہم بعض مثالیں پیش کریں گے جن سے درج بالا بات کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔

......و سئل بعضهم عن قوله لامرأته :أنت عندي كالله عز اسمه ؟فقال:هذا كلام محتمل ،يجوز أن ينوى به انى مطيع لک كطاعتى لله عز اسمه و يريد المبالغة فى طاعته لها فلا يكفر و ان عنى انها تستحق العبادة كفر (۱۱)

''علماء میں سے کسی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو میرے نزدیک اللہ کی طرح ہے۔ اس کا حکم کیا ہو گا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: یہ کلام محتمل ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اس کی نیت یہ ہو کہ میں تمہارا اسی طرح فرمانبردار ہوں جیسے میں اللہ کی اطاعت کرتا ہوں۔ یعنی وہ اس کی اطاعت کرنے کے اظہار میں مبالغہ کرتا ہے۔ پس وہ کافر نہ ہو گا۔ اگر اس کی مراد یہ ہو کہ وہ عبادت کی مستحق ہے تو کافر ہو جائے گا۔''

......لو قال له:امهل فقال:لا اقبل شفاعة النبى صلى الله عليه واله وسلم فى المهلة فكيف اقبلها منک؟فقال:ليس فى ذلک استخفاف بالنبى ﷺ لانه لا يجب عليه ان يمهل و لا ان يترک حقه و لو شفع فى الامهال(۱۲)

''اگر کسی سے کہا گیا کہ مہلت دو۔ اس نے کہا کہ میں مہلت دینے میں نبی کریم ﷺ کی شفاعت کو قبول نہ کروں گا تو تمہاری کیسے کرلوں؟ حضرت علی بن احمد نے کہا: اس سے وہ کافر نہیں ہو گا۔ اس میں آپ ﷺ کا استخفاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس پر واجب نہیں ہے کہ وہ مہلت دے یا اپنا حق ترک کرے اگر چہ رسول اللہ ﷺ سفارش فرمائیں۔''

......و فى الجامع الاصغر :اذا وقع بين الرجل و بين صهره خلاف فقال :ان كان صهرى رسول الله(صلى الله عليه واله وسلم)لم اتمر بامره لا يكفر (۱۳)

''جب کسی آدمی اور داماد کے درمیان اختلاف ہو جائے اور وہ شخص کہے کہ اگر میری بیٹی کے شوہر رسول اللہ ﷺ بھی ہوتے تو ان کی بات کو نہ مانتا۔ وہ کہنے والا کافر نہیں ہو گا۔''

......و فى الذخيرة و فى المنتقى :ابراهيم عن محمد عن ابى يوسف انه قال:الصلاة ركوعها و سجودها فريضة من الله. فمن قال ليست بفريضة فقد أخطأ و لم يكفر،لأنه تأول و أراد بهذا التاويل ان الصلاة قد تجوز بدون الركوع و السجود بان عجز عنهما فقد أشار ان مثل هذا التاويل يمنع التكفير و ان لم

یکن معتبرا من کل وجه(۱۴)

''نماز کا رکوع اور سجود اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ یہ فرض نہیں ہے تو اس نے خطا کی وہ کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے یہ تاویل کی ہے کہ نماز کبھی بغیر رکوع اور سجود کے بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے وہ ان کی ادائیگی سے عاجز ہو۔ اس طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے کہ اس طرح کی تاویل تکفیر کو منع کرتی ہے اگر چہ وہ ہر اعتبار سے معتبر نہ ہو۔''

......**و فی اصول الصفار سئل عمن أنکر القراء ۃ فی الصلاۃ ھل یکون کافرا؟قال:نعم لأنه انکر الاجماع و فی الفتاویٰ العتابیة :یضرب و لا یکفر لانه تاول بان الصلاۃ قد تجوز بدون القراء ۃ بان عجز عنھا(۱۵)**

''اس کے بارے میں پوچھا گیا جو یہ کہے کہ نماز میں قرأت نہیں ہے۔ کیا وہ کافر ہو جائے گا؟ جواب میں فرمایا کہ جی ہاں کیونکہ اس نے اجماع کا انکار کیا ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اسے مارا جائے گا اور اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ اس کی تاویل یہ ہے کہ بعض اوقات نماز بغیر قرأت کے بھی جائز ہوتی کہ وہ قرأت سے عاجز ہو۔''

......**و فی واقعات الناطقی :قال محمد رحمه اللہ:قول الرجل :لا اصلی یحتمل اربعة اوجه:**

احدھا:لا اصلی لانی صلیت

و الثانی:لا اصلی بامرک فقد امرنی بھا من ھو خیر منک

و الثالث:لا اصلی فسقا و مجانة فھذہ الثلاث لیس بکفر

......**والرابع:لا اصلی اذ لیست تجب علی الصلاۃ او لم اؤمر بھا،جحودا بھا و فی ھذا الوجه یکفرو قال الناطقی :اذا اطلق فقال لا اصلی لا یکفر لاحتمال ھذہ الوجوہ(۱۶)**

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا تو اس میں چار احتمالات ہیں:

ا۔ میں نماز نہیں پڑھوں گا کیونکہ میں پڑھ چکا ہوں۔

ب۔ میں تمہارے حکم سے نماز نہیں پڑھوں گا۔ مجھے اس ذات نے نماز کا حکم دیا ہے جو تم سے بہت بہتر ہے۔

ج۔ میں فسق کی وجہ سے یا رکاوٹ کی وجہ سے نماز نہیں پڑھوں گا۔

ان تینوں صورتوں میں وہ کافر نہیں ہوگا۔

د۔ میں نماز نہیں پڑھوں گا کیونکہ نماز فرض نہیں ہے یا مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس صورت میں وہ کافر ہو جائے گا۔ ناطقی فرماتے ہیں کہ اگر اس نے مطلق لا اصلی کہا وہ ان وجوہ احتمالات کی وجہ سے کافر نہ ہوگا۔

......**و قال القاضی بدر الدین رحمه اللہ :اذا قال: بسم اللہ عند الزنا لا یکفر لانه یحتمل ان یتبرک باسم اللہ لیمتنع (۱۷)**

''قاضی بدرالدینؒ فرماتے ہیں:

''اگر کسی نے زنا کے وقت بسم اللہ پڑھی وہ کافر نہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں اس بات کا احتمال موجود ہے

کہ وہ اللہ کے نام سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ اس عمل سے رک جائے۔''

......**و عن ابراهيم بن رستم رضى الله عنه انه قال:ان استحل متأولا ان النهى ليس للتحريم لا يكفر و لو استحل مع اعتقاده ان النهى مفيد للحرمة يكفر (١٨)**

''ابراہیم بن رستم سے مروی ہے کہ اگر کسی نے حالت حیض میں جماع کو تاویل کرتے ہوئے حلال جانا کہ اس میں نہی تحریم کے لئے نہیں ہے وہ کافر نہیں ہوگا۔اور اگر اس نے اس اعتقاد کے ساتھ اس کو حلال جانا کہ یہاں نہی حرمت کا فائدہ دیتی ہے وہ کافر ہوجائے گا۔''

......**رجل قال:قصعة ثريد خير من العلم يكفر ،بخلاف ما اذا قال :خير من الله حيث لا يكفر لأن فى قوله خير من الله تاويل صحيح بان يقول :اردت به انها نعمة من الله و ما أردت الاستخفاف بالله اما فى قوله خير من العلم ليس له تاويل سوى الاستخفاف بالعلم فيكفر (١٩)**

''ایک شخص نے کہا کہ ثرید کا ایک پیالہ علم سے زیادہ بہتر ہے۔وہ کافر ہوجائے گا۔برخلاف اس کے کہ کوئی کہے کہ ثرید کا ایک پیالہ ''خیر من اللہ'' اس سے وہ کافر نہ ہوگا۔کیونکہ اس کے خیر من اللہ کہنے میں صحیح تاویل ہے۔وہ یہ کہ وہ یہ ارادہ رکھتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے نعمت ہے۔اس کا اللہ کی توہین کا ارادہ نہیں ہے۔جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ خیر من العلم کہے اس کی تاویل نہیں سوائے اس کے کہ یہ علم کا استخفاف ہے پس وہ کافر ہوجائے گا۔''

......**فقد حكى عن بعض اصحابنا ان رجلا لو قيل له:ا لست بمسلم ؟فقال:لا!لا يكفر لأن معناه عند الناس ان افعاله ليس افعال المسلمين (٢٠)**

''بعض اصحاب سے مروی ہے کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ کیا تو مسلمان نہیں ہے؟ اس نے کہا:نہیں۔وہ کافر نہیں ہوگا۔کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے افعال لوگوں کے نزدیک مسلمانوں والے نہیں ہیں۔''

ان تمام مسائل سے یہ واضح ہوگیا کہ مفتی کو چاہئے کہ مسئلہ اکفار میں حتی المقدور تاویل کی کوشش کرے اور اگر اس کی صحیح تاویل ممکن ہو تو اس کو ضرور قبول کرے۔تاہم ہر وہ تاویل جو اجماع امت کے خلاف ہو اسے کسی طور پر قبول نہیں کیا جائے گا۔یہاں ایک بات یاد رہے کہ اگر قائل کی نیت وہی بات ہو جو کفر کو واجب کرتی ہے تو مفتی کی تاویل سے اس قائل کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔اسے چاہئے کہ وہ خود تجدید ایمان کرلے۔اسی طرح اگر کسی مومن کو کوئی شخص کافر کہے اور وہ اپنے ایمان پر مطمئن ہے تو اس کا کافر کہنا اس کو ضرر نہ پہنچائے گا۔

vi۔اگر کسی مسئلہ میں کئی ایک وجوہ ایسی پائی جاتی ہوں جو تکفیر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ ایسی ہو جو تکفیر کو مانع ہو مفتی کو چاہئے کہ وہ مسلمان سے حسن ظن رکھتے ہوئے اس وجہ کی طرف مائل ہو جو تکفیر کو مانع ہو۔

حضرت علامہ عالم دہلوی فرماتے ہیں:

يجب أن يعلم انه اذا كان فى المسألة وجوه توجب التكفير و ووجه واحد يمنع

التکفیر فعلی المفتی أن یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسیناللظن بالمسلم ،ثم ان کانت نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فھو مسلم و ان کانت نیته الوجه الذی یوجب التکفیر لا تنفعه فتوی المفتی و یؤمر بالتوبة و الرجوع عن ذلک و تجدید النکاح بینه و بین امرأته (۲۱)

''یہ واجب ہے کہ جانا جائے اگر کسی مسئلہ میں کئی وجوہ ایسی ہوں جو تکفیر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ ایسی ہو جو تکفیر سے منع کرتی ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس وجہ کی طرف مائل ہو جو کفر کو منع کرتی ہے۔ پھر اگر کہنے والے کی نیت وہی صورت ہے جو کفر کو روکتی ہے تو وہ کافر نہ ہوگا۔ وہ مسلم ہے۔ اور اگر اس کی نیت وہ صورت ہے جو کفر کو واجب کرتی ہے تو مفتی کا فتویٰ اسے نفع نہ دے گا اسے توبہ کرنے اور اس سے رجوع کرنے اور اپنی بیوی سے تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔''

حضرت علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن أو کان فی کفره خلاف ولو روایة ضعیفة (۲۲)

''کسی مسلمان کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا جب تک اس کے کلام کو اچھے محمل پر محمول کرنا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو اور اگر چہ وہ ضعیف روایت ہی کیوں نہ ہو۔''

اس کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

قال الخیر الرملی:اقول ولو کانت الروایة لغیر أھل مذھبنا و یدل علی ذلک اشتراط کون ما یوجب الکفر مجمعا علیه (۲۳)

''خیر رملی نے فرمایا: میں یہ کہتا ہوں کہ اگر چہ وہ ضعیف روایت کسی دوسرے اہل مذہب ہی کی کیوں نہ ہو۔ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ جو چیز کفر کو واجب کرتی ہے اس پر سب کا اتفاق ہونا ضروری ہے۔''

یعنی اگر سو اقوال کسی کے کفر پر ہوں اور ایک روایت اس کے ایمان پر دلالت کرتی ہو تو اس کی طرف مائل ہونا چاہئے۔ علماء نے اس میں اس قدر توسع کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ وہ روایت جو اس کے ایمان پر دلالت کرتی ہے اگر چہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو اسے قبول کیا ہے۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ قول یا روایت ہمارے مذہب کے علماء کی طرف منسوب ہو اگر وہ کسی دوسرے مذہب کے امام کا اختلافی قول بھی ہو تو اس کا مسئلہ اکفار میں اعتبار کیا جائے گا اور اس شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موجب کفر وہ بات ہوتی ہے جس پر تمام مجتہدین کا اتفاق ہو اگر کسی ایک مجتہد نے بھی اختلاف کیا تو اس کی بنیاد پر تکفیر نہیں کی جاسکتی۔

vii۔ مفتی تہدید اور تخویف کے لئے کسی کو کافر نہیں کہہ سکتا۔ مجتہدین کا کسی کی تکفیر کرنا حقیقت پر محمول ہوتا ہے۔ لہذا ان کے کلام کو

تہدید پر محمول کرنا درست نہیں۔حضرت شیخ ابن نجیم فرماتے ہیں:

و فی البزازیة و یحکی عن بعض من لا سلف له انه کان یقول ما ذکر فی الفتاویٰ انه یکفر بکذا،و کذا فذاک للتخویف و التهویل لا لحقیقة الکفر و هذا کلام باطل الی اخره و الحق ان ما صح عن المجتهد فهو علی حقیقته و اما ما ثبت عن غیره فلا یفتی به فی مثل التکفیر و لذا قال فی فتح القدیر من باب البغاه ان الذی صح عن المجتهدین فی الخوارج عدم تکفیرهم و یقع فی کلام أهل المذهب تکفیر کثیر لکن لیس من کلام الفقهاء الذین هم المجتهدون بل من غیرهم و لا عبرة بغیر الفقهاء (۲۴)

''بعض علماء سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ وہ فلاں عمل سے کافر ہوگیا اور ان کا اس کو کافر کہنا ڈرانے اور ہول پیدا کرنے کے لئے ہے حقیقی کفر مراد نہیں۔ یہ کلام باطل ہے اپنے آخر تک، حق یہ ہے کہ جو کچھ مجتہدین سے ثابت ہے وہ اپنی حقیقت پر ہے۔ جہاں تک ان باتوں کا تعلق ہے جو مجتہدین کے علاوہ کسی اور سے ثابت ہیں ان کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دینا درست نہیں ہے۔ اسی لئے امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں باب البغاۃ میں فرمایا کہ مجتہدین سے خوارج کی عدم تکفیر ثابت ہے۔ اہل مذہب کے کلام میں بہت زیادہ تکفیر واقع ہوئی ہے۔لیکن وہ ان فقہاء کا کلام نہیں ہے جو مجتہدین ہیں لہٰذا ان کا کوئی اعتبار نہیں۔''

viii۔اجتہادیات اور ظنی مسائل کے انکار پر تکفیر نہیں کی جائے گی۔حضرت علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا یکفر منکر الاجتهادیات بالاجماع (۲۵)

''اجتہادی مسائل کے منکر کی بالاتفاق تکفیر نہیں کی جائے گی۔''

ix۔مفتیان کرام کو چاہئے کہ وہ اہل اسلام کی تکفیر کے بجائے ان کی تکثیر پر زور صرف کریں۔امام ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں:

و ینبغی للعالم ان یبادر بتکثیر اهل الاسلام مع انه یقضی باسلام المکره تحت ظلال السیوف (۲۶)

''عالم کو چاہئے کہ وہ اہل اسلام کی تکثیر پر زور دے جب کہ وہ تلوار کے سائے کے نیچے مکرہ کے اسلام کو تو قبول کر لیتا ہے۔''

علامہ عالم دہلوی فرماتے ہیں:

و فی الملتقط :و ینبغی للعالم اذا رفع الیه ان لا یبادر بتکفیر اهل الاسلام مع انه یقضی باسلام المکره تحت ظلال السیوف (۲۷)

''عالم کو چاہئے کہ جب اس کے پاس کوئی مسئلہ لایا جائے تو وہ اہل اسلام کی تکفیر پر زور نہ دے حالانکہ وہ

مکرہ کا اسلام تلوار کے سائے کے نیچے تو قبول کر لیتا ہے۔''

یعنی فتویٰ نویسی کے وقت مفتی پر تکفیر اہل اسلام کے بجائے تکثیر اہل اسلام کے جذبات غالب رہنے چاہئیں۔ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اسلام کی دعوت و تبلیغ کا کارِ عظیم انجام دینے کے لئے خیر الامم کا انتخاب کیا گیا ہے۔ مفتی کو چاہیئے کہ وہ قلم و زبان کا زور لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے لئے صرف کرے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدنا علیؓ سے ارشاد فرمایا:

لان یھدی اللہ بک رجلا واحدا خیر لک من ان یکون لک حمر النعم(۲۸)

''تمہارے ذریعہ سے اللہ ایک آدمی کو ہدایت عطا فرما دے یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔''

لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہم اس دور سے گزر رہے ہیں جس میں کسی مسلمان کو اسلام سے خارج قرار دینے کو اپنی فتح اور قابل فخر بات سمجھا جاتا ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی اپنے اسلام کا اظہار کیوں نہ کرلے جب کسی کو اسلام کے دائرہ سے باہر کرنے کا ارادہ کر لیا جائے تو قلب و ذہن کی تمام تر قوتیں اس میں وجوہ کفر تلاش کرنے میں صرف کر دی جاتی ہیں اور علمائے امت کی سیرت کے بر عکس اگر اس میں ننانوے وجوہ ایمان کی اور ایک وجہ ضعیف بھی کفر کی پائی جائے تو اس ضعیف وجہ کفر کو ترجیح دی جاتی ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

''سب سے زیادہ غلو اور اسراف کرنے والا متکلمین کا گروہ ہے کہ وہ عام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جو ان کی طرح کلام کی معرفت نہیں رکھتا اور ان دلائل سے عقائد شرعیہ کو نہیں جانتا جو ہم نے تحریر کئے ہیں وہ کافر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی رحمت کو اس کے بندوں پر تنگ کر دیا ہے۔''(۲۹)

آگے آپ فرماتے ہیں:

''ہوسکتا ہے کہ تم یہ اعتراض کرو کہ متکلمین نے یہ کام نہیں کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے ان میں صرف ایک نجات پانے والا ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ سب کافر ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے بلکہ وہ آگ میں داخل ہوں گے اور انہیں آگ پر پیش کیا جائے گا۔ وہ اپنے گناہوں کے بقدر جہنم میں رہیں گے۔''(۳۰)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا (۳۱)

''اور جو تمہیں سلام کرے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔''

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا اسامہ بن زیدؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کتب حدیث میں یہ واقعہ اس طرح سے درج ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی ﷺ نے حرقات کی طرف ایک سریہ مبعوث فرمایا۔ جب وہ ہماری طرف سے چوکنے ہو گئے تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہم نے ایک آدمی گھیر لیا۔ جب ہم اس پر غالب آ گئے تو اس نے کہا: لا الہ الا اللہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ مگر ہم نے اسے قتل کر دیا۔ میں نے اس کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **من لک بلا اله الا الله یوم القیامة** قیامت کے دن تمہاری کلمہ طیبہ کے مقابلہ میں معاونت کون کرے گا؟ میں نے عرض کی کہ **یارسول اللہ انما قالها مخافة السلاح**، اے اللہ کے رسول ﷺ اس نے کلمہ صرف اسلحہ کے خوف سے ہی پڑھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **افلا شققت عن قلبه حتی تعلم من اجل ذلک قالها ام لا** تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس نے اسلحہ کے خوف سے پڑھا تھا یا نہیں۔ پھر آپ ﷺ یہی فرماتے رہے کہ قیامت کے دن تمہاری کلمہ طیبہ کے مقابلہ میں معاونت کون کرے گا؟ یہاں تک کہ میں نے یہ پسند کیا کہ کاش میں نے اسی دن اسلام قبول کیا ہوتا۔'' (۳۲)

اسی طرح کی ایک اور حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ:

''ایک شخص نے میدان جہاد میں جب ایک کافر پر غلبہ پا لیا تو اس کافر نے کہا **اشهد ان لا اله الا الله انی مسلم** میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ بے شک میں مسلمان ہوں۔ مگر اس شخص نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ وہ شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کس چیز نے تجھے ہلاک کر دیا؟ اس نے آپ ﷺ کو اپنا واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **فهلا شققت عن بطنه فعلمت ما فی قلبه** تو نے اس کا پیٹ چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تو جان لیتا اس کے دل میں کیا ہے؟ اس شخص نے کہا: یارسول اللہ ﷺ **لو شققت قلبه لکنت اعلم ما فی قلبه**، اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں اس کے دل کو چیر لیتا تو ضرور جان لیتا کہ اس کے دل میں کیا ہے۔ **قال فلا انت قبلت ما تکلم به ولا انت تعلم ما فی قلبه** آپ ﷺ نے فرمایا: نہ تو تم نے اس بات کو قبول کیا جو اس نے کہی تھی اور نہ تم نے اس بات کو جانا جو اس کے دل میں تھی۔ آپ ﷺ پھر خاموش ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ شخص انتقال کر گیا۔ ہم نے اسے دفن کر دیا۔ صبح ہم نے دیکھا کہ وہ زمین کی پشت پر پڑا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا شاید اس کے دشمنوں میں سے کسی نے ایسا کیا ہے۔ ہم نے پھر اس کو دفنا دیا اور کچھ لڑکوں کو مقرر کر دیا کہ اس کی حفاظت کریں۔ جب صبح ہوئی تو وہ پھر زمین سے باہر پڑا تھا۔ ہم یہ سمجھے کہ شاید لڑکوں کو اونگھ آ گئی ہو۔ ہم نے پھر اسے دفنا دیا اور خود اس کی حفاظت کی۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ وہ شخص پھر باہر پڑا ہوا ہے۔ ہم نے پھر اسے ایک گھاٹی میں ڈال دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: **ان الارض لتقبل من**

هو اشر منه و لکن الله احب ان یریکم تعظیم حرمة لا اله الا الله بے شک زمین اس سے بھی زیادہ شریر ترین لوگوں کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند فرمایا کہ تمہیں کلمہ طیبہ کی حرمت کی تعظیم دکھائے۔'' (۳۳)

کئی افراد مشغلہ تکفیر میں بہت جری نظر آتے ہیں۔ ایک بات یہ سمجھ سے بالاتر ہے کہ جب وہ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مسلمان ایک ارب سے زیادہ ہیں اور جب مسلمانوں کے مختلف گروہوں کا ذکر کیا جائے تو ہر گروہ کو فتویٰ تکفیر کی لاٹھی سے اسلام سے باہر کر دیتے ہیں۔ اگر ان کے اصولوں کو مان لیا جائے تو شاید ادیان کے ماننے والوں میں مسلمان دنیا میں سب سے کم تعداد میں رہ جائیں۔ ایسے افراد کو مذکورہ بالا احادیث سے درس عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ جب خیر القرون کے لوگوں کو اتنی سخت تنبیہ بارگاہ رسالت علی صاحبھا الصلاۃ والسلام سے ہو سکتی ہے تو اس دور کے لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کے بارے میں **ثم یفشو الکذب** کہا گیا ہے۔

x۔ مفتی کو چاہئے کہ فتویٰ جاری کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے اور مکمل تحقیق کے بعد ہی فتویٰ جاری کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اجرأکم علی الفتیا اجرأکم علی النار (۳۴)

''تم میں سے فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جری آگ میں جانے میں بھی سب سے زیادہ جری ہے۔''

حضرت امام شعبیؒ سے پوچھا گیا کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا تھا تو آپ لوگ کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا:

''**کان اذا سئل الرجل قال لصاحبه أفتهم فلا یزال حتی یرجع الی الاول**۔ جب ہم میں کسی سے سوال کیا جاتا تھا تو وہ اپنے ساتھی سے کہتا تھا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ اسی طرح سے ہر شخص دوسرے کی طرف سائل کو متوجہ کراتا یہاں تک کہ وہ پھر پہلے والے کے پاس لوٹ آتا۔'' (۳۵)

امام ابوداؤدؒ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من أفتی الناس بغیر علم کان اثمه علی من افتاه (۳۶)

''جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔''

رسول اللہ صلی ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من العباد و لکن یقبض العلم بقبض العلماء حتیٰ اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رء وسا جهالا فافتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا (۳۷)

''بے شک اللہ تعالیٰ علم کو اپنے بندوں سے علم کو نہیں اٹھائے گا مگر علم کو علما کے اٹھائے جانے کے ذریعہ اٹھا لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ایک عالم بھی باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنا لیں گے۔ وہ انہیں فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور انہیں بھی گمراہ کریں گے۔''

حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم لعنته السماء و الارض (۳۸)

''جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس پر آسمان اور زمین لعنت کرتے ہیں۔''

ان تمام وعیدوں اور اسلاف کے معمول کے پیشِ نظر مفتی کو فتویٰ جاری میں جلد بازی نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں تک ان حضرات کا تعلق ہے جو اس منصب کے اہل ہی نہیں انہیں ان وعیدوں سے ڈرتے ہوئے سختی کے ساتھ فتویٰ جاری کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

xi۔ مفتی کو چاہئے کہ ہر قسم کے تعصب سے بچتے ہوئے اور مومنانہ انداز اختیار کرتے ہوئے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے فتویٰ جاری کرے۔ ایسا ہرگز نہ ہو کہ فتویٰ کی بنیاد ذاتی بغض و عناد، تعصب یا دنیاوی مقاصد ہوں۔

حکایت ہے کہ حضرت علی بلخیؒ کی صاحبزادی نے ان سے مسئلہ پوچھا کہ اگر قے ہو جائے اور حلق تک آ جائے تو وضو باقی رہتا ہے یا اس میں فساد آ جایا ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ وضو فاسد ہو جاتا ہے۔ خواب میں آپ کو حضور سرورِ کائنات ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں اے علی! یہاں تک کہ منہ بھر قے آئے۔ حضرت علی بلخیؒ فرماتے ہیں: علمت ان الفتوی تعرض علی رسول الله صلی الله علیه و اله و سلم فالیت علی نفسی ان لا افتی ابدا **مجھے معلوم ہوا کہ فتاویٰ رسول** اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں میں نے قسم اٹھالی کہ آئندہ کبھی فتویٰ نہیں دوں گا۔ (۳۹)

اس حکایت سے ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مفتی فتویٰ تکفیر سے قبل اس بات کو ذہن نشین رکھے کہ میرا تحریر کردہ فتویٰ بارگاہِ خداوندی اور بارگاہِ رسالت علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں پیش کیا جائے گا۔ متوقع ہے کہ اس بات کو سوچنے کے بعد اس کا فتویٰ لکھنا ہر قسم کے تعصب و بغض سے پاک ہو جائے۔ اس نکتہ کے حوالہ سے امام غزالی کی کتاب فیصل التفرقۃ قابلِ مطالعہ ہے۔

مسلمان کو کافر قرار دینے کی حرمت:

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اخوت اور بھائی چارے کی بنیاد ایمان پر رکھی ہے۔ جہاں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنی صفوں میں اتحاد قائم رکھنے کی ہدایت عطا فرمائی ہے وہاں ان باتوں سے بھی منع فرمایا جو اخوت اور بھائی چارے کی فضاء کو مکدر کر دیتی ہیں۔ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو گالی دینا، اس کی غیبت کرنا، چغلی کرنا وغیرہ ایسے عوامل ہیں جو دلوں کو ایک دوسرے سے دور کر دیتے ہیں۔ اسی لئے قرآن و سنت میں تفصیل کے ساتھ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ ایک مومن کفر کی طرف لوٹنا اتنا ہی ناپسند کرتا ہے جتنا آگ میں زندہ ڈال دیا جانا۔ اسی طرح اپنے ایمان کی اہمیت کو جانتے ہوئے وہ اس بات کو بھی ناپسند کرتا ہے کہ اسے کوئی ''کافر'' کہے یا زمرہ اہلِ اسلام سے خارج ہونے کا لیبل اس پر چسپاں کرے۔ دورِ حاضر میں یہ بات بہت عام نظر آنے لگی ہے کہ خواص و عوام ایک دوسرے کو بلا جھجک کافر کہہ دیتے ہیں اور اس عمل سے قبل اپنی طرف نظر بھی نہیں کرتے کہ وہ اس کے اہل ہیں بھی یا نہیں؟ اس پر مستزاد یہ کہ اپنی کہی بات کو اس قدر مستند اور ناقابلِ تردید سمجھتے ہیں کہ جو ان کے کہے کو کافر نہ کہے وہ اسے بھی دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا:

اذا اکفر الرجل اخاہ فقد باء بھااحدھما

''جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان میں سے کسی ایک کی طرف کفر ضرور لوٹتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایما امری قال لاخیه یا کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال و الا رجعت علیه

''جس شخص نے اپنے بھائی سے اے کافر کہا تو کفر دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرر لوٹے گا۔ اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو فبہا ورنہ کہنے والے کی طرف کفر لوٹ آئے گا۔''

اس حدیث سے یہ معلوم بھی ہوتا ہے کہ کسی کا کفر اگر واقعی ثابت ہو چکا ہو تو اسے کافر کہنا جائز ہے ورنہ اس کا وبال کہنا والے پر ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

و من دعا رجلا بالکفر او قال عدو الله و لیس کذلک الا عاد علیه(۴۰)

''اور جس نے کسی شخص کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کفر اس کی طرف لوٹ آئے گا۔''

حضرت امام بخاریؒ نے یہاں ''بغیر تاویل'' کی شرط لگائی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی تکفیر میں متاول ہو تو وہ معذور کہلائے گا اور اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ کے حاطب بن ابی بلتعہؓ کو منافق کہنے کو عذر فرمایا اور انہیں تنبیہ بھی فرمائی کیونکہ آپؓ نے یہ گمان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے جنگی احوال کی خبر کفار کو دینا نفاق ہے۔ اسی طرح جب حضرت معاذؓ نے نماز میں سورۃ البقرۃ کی تلاوت فرمائی تو ایک صحابی نماز سے الگ ہو گئے اور انہوں نے اپنی نماز الگ ادا کر لی۔ جب حضرت معاذؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا یہ منافق ہے۔ وہ صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنا عذر پیش کیا۔ آپ ﷺ کو جب حضرت معاذؓ کے اس قول کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا ''أ فتان انت'' ''اے معاذ کیا تم فتنہ میں ڈالنے والے ہو؟ پھر انہیں مختصر سورتیں تلاوت کرنے کی نصیحت فرمائی۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو کافر نہیں فرمایا کیونکہ حضرت معاذؓ نے اس شخص کو جماعت ترک کرنے کی وجہ سے منافق گمان کیا تھا۔(۴۱)

حضرت امام طحاویؒ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

فتأملنا فی هذا الحدیث طلبا منا للمرادبه ما هو ؟فوجدنا من قال لصاحبه :یا کافر معناه انه کافر لأن الذی هو علیه الکفر فاذا کان الذی علیه لیس بکفر ،و کان ایمانا کان جاعله کافرا جاعل الایمان کفرا،و کان بذلک کافرا بالله تعالیٰ لأن من کفر بایمان الله تعالیٰ فقد کفر بالله :و من یکفر بالایمان فقد حبط عمله ،و هو بالاخرة من الخاسرین ،فهذا أحسن ما وفقنا علیه من تأویل هذا الحدیث و الله نسأله التوفیق (۴۲)

''خلاصہ: ہم نے اس حدیث کی مراد جاننے کے لئے اس میں غور کیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ جس شخص نے اپنے بھائی سے کہا اے کافر اس کا مطلب ہے کہ وہ کافر ہے کیونکہ یہ وہ ہے جس پر کفر ہے، پس اگر وہ کافر نہ ہوا اور ایمان والا ہو تو اسے کافر کہنے والا کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے ایمان کو کفر کہا ہے۔ اس وجہ سے وہ درحقیقت اللہ کا انکار کرنے والا ہے۔ جس نے ایمان کو کفر کہا اس نے اللہ کا انکار کیا۔ جس نے ایمان کا انکار کیا اس کے اعمال برباد ہو گئے اور وہ آخرت میں خسارا پانے والوں میں ہوگا۔ یہ اس حدیث کی سب سے بہترین تاویل ہے جس کی ہمیں توفیق ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے ہم توفیق کا سوال کرتے ہیں۔''

حضرت امام طحاویؒ کے بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ کہ جس شخص کو اس نے کافر کہا وہ واقعی میں کافر ہو اور دوسری صورت یہ کہ وہ کافر نہ ہو۔ جب اس میں وجہ کفر نہ پائی گئی تو مسلمان کا اس کو کافر کہنا اس کو خود کا فر بنا دیتا ہے کیونکہ وہ اب اس کے ایمان کو کفر سے تعبیر کر رہا ہے جو کفر ہے۔

ہمارے نزدیک اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو'' کافر'' کہے تو محض اس عمل سے اسلام سے دونوں میں سے کوئی بھی خارج نہیں ہوگا۔ کافر ہونے کی صورت کو ہم امام طحاوی کے قول کی روشنی میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ ایک وعید ہے تا کہ اہل اسلام ایک دوسرے کو کافر بنانے سے احتراز کریں۔ دوسری بات یہ کہ یہ حدیث مبارکہ خبر واحد ہے جس کی وجہ سے اس کو تکفیر کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ اس حدیث کے بارے میں شرح مواقف میں ہے:

الثالث قوله عليه السلام :من قال لاخيه المسلم يا كافر فقد باء به)اى بالكفر (أحدهما قلنا آحاد)و قد اجمعت الامة على ان انكار الاحاد ليس كفرا (و)مع ذلك نقول(المراد مع اعتقاد انه مسلم فان من ظن بمسلم انه يهودى أو نصرانى فقال له يا كافر لم يكن ذلك كفرا بالاجماع (٤٣)

''خلاصہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان میں سے کسی ایک کی طرف کفر ضرور لوٹتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے اور امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ خبر واحد کا انکار کفر نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ یہ بات اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہے کہ یہ مسلمان ہے۔ پس جس کسی نے مسلمان کے بارے میں یہ گمان کیا کہ وہ یہودی ہے یا نصرانی ہے تو اس پر اجماع ہے کہ وہ کہنے والا کافر نہیں ہوگا۔''

اس بارے میں حضرت امام نوویؒ کے حوالہ سے امام خانی لکھتے ہیں:

قال النووى فى الاذكار :قول المسلم لأخيه يا كافر يحرم تحريما غليظا و يمكن حمل قوله و يمكن حمل قوله (يحرم تحريما غليظا)على الكفر أيضا كما فى الروضة لكنه قال فى شرح مسلم ما حاصله :مذهب أهل الحق انه لا يكفر المسلم بالمعاصى

کالقتل و الزنا و کذا قوله لأخیه یا کافر من غیر اعتقاد بطلان دین الاسلام ذکر ذلک عند شرح حدیث :اذا قال الرجل لأخیه یا کافر فقد باء بها احدهما .و الحاصل ان المفهوم من جملة اقوال النووی انه لا یکفر بمجرد هذا اللفظ بل لا بد معه من ان یعتقد ان ما اتصف به شخص من الاسلام کفر (۴۴)

''امام نووی نے اذکار میں فرمایا ہے کہ مسلمان کا اپنے بھائی کو اے کافر کہنا بہت شدید حرام ہے آپ کے قول کو کفر پر محمول کرنا بھی ممکن ہے۔جیسا کہ روضہ میں ہے لیکن آپ نے شرح صحیح مسلم میں بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ کوئی مسلمان گناہ سے کافر نہیں ہوتا جیسے قتل کرنا،زنا کرنا یا جیسے اپنے بھائی کو اے کافر کہنا،اس کے دین اسلام کے باطل نہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے۔آپ نے اس کا ذکر درج ذیل حدیث کی شرح میں ذکر کیا ہے۔جس شخص نے اپنے بھائی سے اے کافر کہا تو کفر دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹے گا اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو فبہا ورنہ کہنے والے کی طرف کفر لوٹ آئے گا۔حضرت امام نووی کے تمام اقوال کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص محض اس لفظ سے کافر نہیں ہوگا بلکہ اس کے کافر ہونے کے لیے یہ عقیدہ ضروری ہے کہ یہ شخص جو اسلام کے ساتھ متصف ہے اس کا اسلام کفر ہے۔''

مسلمان کو کافر کہنے کی شناعت

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ (الحجرات:۱۱)

''ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھا کرو۔''

اس کی وضاحت میں امام محمود آلوسیؒ فرماتے ہیں:

و عن ابن مسعود رضی الله عالیٰ عنه هو ان یقال الیهودی أو النصرانی أو المجوسی اذا اسلم یا یهودی أو یا نصرانی أو یا مجوسی (۴۵)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس سے مراد کسی شخص کو جو اسلام قبول کر چکا ہو یہودی، نصرانی یا مجوسی کہنا ہے۔یا اسے اے یہودی،اے نصرانی یا اے مجوسی کہنا ہے۔''

اس آیت کے بارے میں امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں:

قال قتادة فی قوله تعالیٰ و لا تنابزوا بالالقاب قال:لا تقل لأخیک المسلم یا فاسق یا منافق .حدثنا عبد الله بن محمد قال: حدثنا الحسن قال:أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن الحسن قال :کان الیهودی و النصرانی یسلم فیقال له یا یهودی یا نصرانی فنهوا

عن ذلک (۴۶)

''حضرت قتادہ رضیؓ **و لا تنابزوا بالالقاب** کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو اے فاسق یا اے منافق نہ کہے۔حضرت حسن سے مروی ہے کہ جب کوئی یہودی یا نصرانی اسلام قبول کرتا تو اسے اے یہودی یا اے نصرانی کہا جاتا تھا۔اس آیت میں مسلمانوں کو اس عمل سے روکا گیا ہے۔''

علمائے عظام کی اس وضاحت سے یہ معلوم ہو گیا کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا از روئے قرآن ناجائز ہے۔اس سے سختی کے ساتھ اجتناب کرنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من رمی مؤمنا بکفر فھو کقتلہ (۴۷)

''جس نے کسی مسلمان پر کافر ہونے کی تہمت لگائی تو یہ اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

و من قذف مؤمنا بکفر فھو کقاتلہ (۴۸)

''جس نے کسی مسلمان پر کافر ہونے کی تہمت لگائی تو وہ اسے قتل کرنے والے کی طرح ہے۔''

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا قال الرجل للرجل یا یھودی فاضربوہ عشرین (۴۹)

''جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے کہے اے یہودی تو اسے بیس کوڑے مارو۔''

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثلاث من اصل الایمان الکف عن من قال لا الہ الا اللہ و لا تکفرہ بذنب و لا نخرجہ من الاسلام بعمل (۵۰)

''تین باتیں ایمان کی بنیاد میں سے ہیں۔جو لا الہ الا اللہ کہے اسے تکلیف نہ دینا،کسی گناہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کرو اور نہ ہم اسے کسی عمل سے اسلام سے نکالیں۔''

حضرت عالم دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

أو قال لمسلم :یا فاسق یا خبیث یا کافر (۵۱)

''اگر کوئی کسی مسلمان سے اے فاسق ما ے خبیث یا اے کافر کہے تو اس پر تعزیر ہے۔''

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

قال بعضھم من قال لاخر :یا کافر لا یجب التعزیر ما لم یقل:یا کافر باللہ لان اللہ

سمی المؤمن کافرا بالطاغوت قال:فمن یکفر بالطاغوت(البقرة۲: ۲۵٦)یکون محتملا (۵۲)

''بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس نے کسی دوسرے سے کہا اے کافر اس پر تعزیر واجب نہیں ہوگی۔ جب تک وہ اسے اے اللہ کا انکار کرنے والے نہ کہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو طاغوت کا انکار کرنے والا بھی کہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:''سو جو کوئی ان معبودان باطل کا انکار کرے۔''پس یہ بات اپنے اندر احتمال رکھتی ہے۔''

اس بحث سے یہ واضح ہوگیا کہ مسلمان کو کافر کہنا یا خارج از اسلام قرار دینا گناہ ہے۔اگر کسی مسلمان کو کسی شخص نے کافر کہا اور وہ قاضی کے پاس اپنا مسئلہ لے کر چلا جائے تو اسے اس کے کفر کو ثابت کرنا ہوگا۔اگر وہ شخص اس کو کافر ثابت نہ کر سکے تو اس صورت میں اسے تعزیراً سزا دی جائے گی کیونکہ ایک مسلمان کے لئے کافر کہلایا جانا ہر قسم کے سب وشتم سے بڑھ کر ہے۔مولانا عالم دہلوی رحمہ اللہ نے اس میں یہ احتمال یہ بھی بیان کیا ہے کہ کیونکہ کافر بعض اوقات مسلمانوں کے لئے بھی لغوی اعتبار سے استعمال کیا جاتا ہے اس لئے جب کسی مسلمان کو کافر کہا جائے تو اسے تعزیراً سزا دینے سے قبل یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کہنے والے نے کافر کا لفظ کس معنی میں استعمال کیا ہے۔اگر وہ لغوی اعتبار سے استعمال کیا ہے تو اسے سزا نہیں دی جائے گی۔اس لئے بہتر یہ ہے کہ مسلمان کی تکفیر اور کافر کو مسلمان قرار دینے کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔

کافر کو کافر کہنا

بعض حضرات اسلام کا دائرہ اتنا تنگ کر لیتے ہیں کہ انہیں اپنی ذات کے علاوہ کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔اسی طرح سے بعض حضرات اسلام کا دائرہ اتنا وسیع کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ انہیں کوئی کافر نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ وہ یہود ونصاریٰ کو بھی مسلمان اور بعد از انتقال مستحق جنت سمجھتے ہیں۔ان غیر معتدل رویوں سے بچنا چاہئے۔اسلام کا دائرہ وسیع کرنے یا اسے تنگ کرنے کی ضرورت نہیں۔اسلام مکمل ہو چکا ہے اور اب کسی کو دین میں کمی یا زیادتی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔بعض اوقات یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کافر کو کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟ ہماری رائے میں کسی شخص کے کافر ہونے کا ثبوت قطعی یا ظنی طور پر ہوگا۔جیسے ابو لہب، شداد، ہامان وغیرہ کا کافر ہونا قطعی طور پر ثابت ہے۔لہٰذا ان کو کو کافر کہنا درست ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (الکافرون:۱)

''آپ فرما دیجئے اے کافرو!''

اس آیت مقدسہ سے ان لوگوں کو کافر کہنے کا جواز معلوم ہوتا ہے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی براہ راست تکذیب کی۔اسی طرح بعض لوگوں کا کافر ہونا ان کے کفریہ عقائد یا کفریہ اعمال سے اس قدر ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کے کفر میں کسی بھی قسم کا تامل یا شک باقی نہیں رہتا۔جیسے مسیلمہ کذاب یا منکرین زکوٰۃ کا کافر ہونا۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان کے کفر پر

اجماع ہوا اسی لئے ان پاکیزہ نفوس نے اپنے زمانہ میں ان کے خلاف جہاد کیا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث میں صاف ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو کفر **من کفر من العرب** عرب میں سے جن کو کافر ہونا تھا وہ کافر ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی شروع میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی رائے سے اختلاف کیا لیکن بعد میں آپ کی وضاحت پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ مبارک بھی کھل گیا اور آپ نے جان لیا کہ جس طرح نماز کا انکار کفر ہے اسی طرح زکوٰۃ کا انکار بھی کفر ہے۔

جہاں تک کسی کے کفر کا ظنی طور پر معلوم ہونا ہے تو اس کو بھی کافر کہا جا سکتا ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت ترک کرنے پر ایک صحابی کو منافق کہا۔تاہم اپنی اس رائے کا کسی دوسرے کو مکلّف نہیں بنایا جا سکتا۔ یہاں ایک بات قابل غور یہ ہے جو مثالیں ہم نے پیش کی ہیں وہ **خیــــــر القرون** کی ہیں۔ہم جس دور سے گزر رہے ہیں یہ وہ دور ہے جس کے بارے میں **ثم یفشو الکذب** فرمایا گیا ہے۔اسی لئے فقہاء کرام نے اس کے سد باب کے لئے ایسے شخص کو تعزیراً سزا دینے کا مسئلہ بیان کیا ہے جو کسی مسلمان کو کافر کہے اور اس کا کفر ثابت نہ ہو۔لہٰذا ہمیں بالخصوص مسئلہ اکفار میں کمال احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال:تخرج الدابۃ معھا خاتم سلیمان و عصا موسی فتجلو وجہ المؤمن و تختم انف الکافر بالخاتم حتیٰ ان اھل الخوان لیجتمعون فیقول ھذا یا مؤمن و یقول ھذا یا کافر (۵۳)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دابہ نکلے گا تو اس کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا۔وہ مومن کے چہرے کو روشن کر دے گا اور کافر کی ناک پر انگوٹھی سے مہر لگا دے گا یہاں تک کہ جب دسترخوان پر لوگ جمع ہوں گے تو وہ کہیں گے اے مومن! اور یہ کہیں گے اے کافر!''

دابۃ الارض ایک جانور ہے جو قیامت سے قبل ظاہر ہوگا۔احادیث میں اس کو قیامت کی علامات میں سے بیان کیا گیا ہے۔اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب وہ جانور ہر مومن و کافر کے چہرے پر ایمان و کفر کی علامت چھوڑ دے گا تو اہل ایمان کفار کو یا کافر کہہ کر پکاریں گے۔ دابۃ الارض کی اس علامت لگانے کے بعد اہل ایمان کا کسی کو کافر جاننا اس علامت کی وجہ سے قطعی نہیں ہوگا نیز دابۃ الارض کا یہ عمل دلائل قطعیہ سے ثابت نہیں ہے۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ اہل ایمان کا اس علامت کی وجہ سے کسی کو کافر کہنا ظنی ہوگا نہ کہ قطعی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس بات کو بلا تردید بیان فرمایا ہے جو اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔

مفتی کو فتویٰ بالخصوص فتویٰ تکفیر جاری کرنے میں جن باتوں کا لحاظ کرنا چاہئے ہم نے اختصار کے ساتھ ان کا بیان کر دیا

ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ فتویٰ تکفیر جاری کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے لیکن اگر کہیں احقاق حق یا ابطال باطل کی ضرورت ہو تو ان باتوں کا فتویٰ تکفیر تحریر کرتے وقت خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔ اللہ رب العزت اس سعی کو قبول و منظور فرمائے اور امت میں باہمی محبت و بھائی چارہ کا ذریعہ بنائے۔ امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

حوالہ جات وحواشی

۱۔اصول الدین، امام ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر تمیمی بغدادی، دار صادر بیروت، مطبعۃ الدولۃ استنبول، ۱۹۲۸ء، ص۳۳۲

۲۔الملل والنحل، امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۷ء، ص۱۱۴ تا ۱۱۶

۳۔ردالمختار، محمد امین ابن عابدین، مکتبہ امدادیہ ملتان، ج۱، ص۱۲۶

۴۔فتاویٰ النوازل، امام ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، دار الکتب العلمیہ بیروت، ص۸۶

۵۔الاقتصاد فی الاعتقاد، امام محمد بن محمد غزالی، دار المنہاج مملکۃ العربیۃ السعودیۃ جدہ، ۲۰۰۸ء، ص۳۰۲

۶۔الدرالمختار، علامہ حصکفی، مکتبہ امدادیہ ملتان، ج۶، ص۳۵۸

۷۔تنبیہ الولاۃ والحکام، سید محمد امین آفندی ابن عابدین شامی، سہیل اکیڈمی لاہور، ص۳۲۹

۸۔الفتاویٰ التاتارخانیۃ، عالم بن علاء دہلوی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، ج۵، ص۳۱۲

۹۔البحرالرائق، الشیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف بابن نجیم، دار احیاء التراث العربی بیروت، ج۵، ص۲۰۱

۱۰۔فیصل التفرقۃ، محمد بن محمد بن محمد غزالی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الرابعۃ ۲۰۰۶م، ص۹۱

۱۱۔الفتاویٰ التاتارخانیۃ، ج۵، ص۳۲۱ ۱۲۔ایضاً، ج۵، ص۳۲۵

۱۳۔ایضاً، ج۵، ص۳۲۵۔۳۲۶ ۱۴۔ایضاً، ج۵، ص۳۳۵

۱۵۔ایضاً، ج۵، ص۳۳۵ ۱۶۔ایضاً، ج۵، ص۳۳۵۔۳۳۶

۱۷۔ایضاً، ج۵، ص۳۳۹ ۱۸۔ایضاً، ج۵، ص۳۴۳

۱۹۔ایضاً، ج۵، ص۳۴۶ ۲۰۔ایضاً، ج۵، ص۳۴۷۔۳۴۸

۲۱۔ایضاً، ج۵، ص۳۱۲ ۲۲۔الدرالمختار، ج۶، ص۳۶۷

۲۳۔ردالمختار، ج۶، ص۳۶۷ ۲۴۔البحرالرائق، ج۵، ص۱۹۴

۲۵۔عمدۃ القاری، علامہ بدرالدین محمد بن محمود بن احمد عینی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۴۸ھ، ج۱، ص۱۷۳

۲۶۔فتاویٰ النوازل، ص۲۸۸ ۲۷۔الفتاویٰ التاتارخانیۃ، ج۵، ص۳۱۳

۲۸۔مسلم، فضائل الصحابۃ، من فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الامام ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری، نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۹۔فیصل التفرقۃ، ص۹۳ ۳۰۔فیصل التفرقۃ، خلاصہ، ص۹۵

۳۱۔النساء۴:۹۴ ۳۲۔سنن ابی داؤد، رقم الحدیث، ۲۶۴۳

۳۳۔سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، الکف عمن قال لا الہ الا اللہ، الامام محمد بن عبداللہ بن یزید ابن ماجہ، قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی

۳۴۔سنن الدارمی، باب الفتیا و ما فیہ من الشدۃ، امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی، المکتبۃ الشاملۃ

۳۵۔سنن الدارمی،مقدمہ، باب ۲۸،امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی،المکتبۃ الشاملۃ
۳۶۔سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب التوقی فی الفتیا، الامام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ،مکتبہ رحمانیہ لاہور
۳۷۔صحیح البخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، الامام ابوعبداللہ اسماعیل بن ابراہیم البخاری، نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۳۸۔روح البیان، سورۃ البقرۃ:۸۹، شیخ اسماعیل حقی بروسوی، مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ
۳۹۔روح البیان، سورۃ البقرۃ:۸۹، شیخ اسماعیل حقی بروسوی، مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ
۴۰۔مسلم: کتاب الایمان، باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر
۴۱۔خلاصہ، عمدۃ القاری، ج ۲۲،ص ۱۵۷۔۱۵۸
۴۲۔مشکل الاثار، باب بیان مشکل ما روی عنہ علیہ السلام فیمن قال لأخیہ ،یا کافر، امام جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی ،مؤسسۃ الرسالۃ ، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ج ۲،ص ۳۲۵
۴۳۔شرح المواقف، سید شریف جرجانی، دارالفکر قم ایران، ج ۸،ص ۳۴۴
۴۴۔رسالۃ فی الفاظ الکفر ، قاسم بن صلاح الدین خانی، دار ایلاف الدولیۃ للنشر والتوزیع کویت،ص ۴۰۱
۴۵۔روح المعانی، سید محمود آلوسی بغدادی، المکتبۃ الحقانیۃ ملتان، ج ۱۳،ص ۲۳۲
۴۶۔احکام القرآن، امام ابوبکر احمد بن علی رازی بصاص، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ج ۳،ص ۵۳۷
۴۷۔صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من کفر اخاہ بغیر تاویل فھو کما قال
۴۸۔جامع الترمذی، ج ۲،ص ۵۴۸ ۴۹۔جامع الترمذی، ج ۱،ص ۴۰۳
۵۰۔سنن ابی داؤد، کتاب الجھاد، باب الغزو مع ائمۃ الجور
۵۱۔الفتاویٰ التاتارخانیۃ، ج ۵،ص: ۱۰۰
۵۲۔ایضاً، ج ۵،ص ۱۰۲ ۵۳۔جامع الترمذی، ج ۲،ص ۶۲۳۔۶۲۴